آصف علی
اسکالر پی ایچ ڈی اردو، یونی ورسٹی آف سرگودھا
ڈاکٹر خالد ندیم
چیئرمین شعبۂ اردو، یونی ورسٹی آف سرگودھا

اخترؔ الایمان شعری جمالیات

Asif Ali
Scholar Ph.D Urdu, University of Sargodha.
Dr .Khalid Nadeem
Chairman Urdu Deptt. University of Sargodha.

Akhtar ul Eman Poetic Aesthetics

Akhtar ul Eman has a prominent place among progressive poets. He has both the courage to express and the mastery over aesthetic expression. His poetry encompasses all beautiful aspects of life. It reflects contemporary life as well as ever shining aesthetic and cultural values. His imagery manifests wonderful sensory perception of his teemed brain. He introduces new use of similes and metaphors. His poetry is adorned with truth and sincerity. All these factors connect his poetry to aesthetic. The following article is an effort to peep into Akhtar ul Eman's poetry in aesthetic context.

Key Words: *Akhtar ul Eman, Proinenet, Progressive, Poet, Mastery, Aesthetic, Aspects, Perception.*

اخترؔ الایمان کا جہانِ تخلیق اُن کی اَدبی شخصیت کی سحر انگیزی اور اچھوتے اسلوب کی وجہ سے نہ صرف منفرد ہے بلکہ قابلِ تقلید بھی ہے۔ وہ بیک وقت دو انتہاؤں سے جُڑے ہوئے تھے۔ اُن کے ہاں جراءت رندانہ بھی تھی اور جمالیاتی اظہار کا مسلک بھی، جسے اُنھوں نے ہمیشہ اپنی ترجیحات میں رکھا۔ اُن کی شخصیت میں ایک ایسا تخلیق کار متمکن تھا جسے اپنی تہذیبی و ثقافتی اقدار کی آب و تاب ہمیشہ عزیز تھی۔ اُن کا طویل تخلیقی سفر اپنے عہد کی حسیت کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ وہ فکری سطح پر متحرک اور معنویت سے بھرپور شاعری کا اعجاز رکھتے تھے جس میں سماجی پہلو بھی نظر انداز نہیں تھا۔ اُن کی نظم 'نقشِ پا' اُن کے تخلیقی وجدان کی نمائندگی کرتی ہے :

یہ نیم خواب گھاس پر اُداس اُداس نقشِ پا
کچل رہا ہے شبنمی لباس کی حیات کو

وہ موتیوں کی بارشیں فضا میں جذب ہو گئیں
جو خاکدانِ تیرہ پر برس رہی تھیں رات کو
یہ رہروانِ زندگی خبر نہیں کہاں گئے
وہ کون سا جہان ہے، ازل نہیں ابد نہیں (۱)

ترقی پسند تحریک کی ابتدا سے ہی وہ اِس سے منسلک ہو گئے اور پھر تمام عمر اِس کا پرچار کرتے رہے، علاوہ بریں تحریک سے وابستگی اور اصولوں کی پاسداری کے لیے اُنھوں نے بہت سی کٹھن راہیں طے کیں۔ وہ انقلاب اور آزادی کے داعی تھے، وہ سیاسی عصبیت کے خلاف تھے اور اُنھوں نے اپنی شاعری میں اِس کا بھرپور اظہار بھی کیا۔ اُن کے تخیل کی کرشمہ سازیاں جوہر کو پتھر سے بھی نکال لیتی تھیں، چنانچہ اُنھوں نے نظم 'قلوپطرہ' لکھی تو اُس کا نسوانی اور جمالی پہلو نظر انداز نہیں ہونے دیا:

شام کے دامن میں پیچاں نیم افرنگی حسیں
نقرئی پاروں میں اِک سونے کی لاگ
رہ گزر میں یا خراماں سرد آگ
یا کسی مطرب کی لَے، اِک تشنۂ تکمیل راگ (۲)

تخیل کی طلسم سازی، اکتسابی ہی نہیں بلکہ واہبی اساس بھی رکھتی ہے۔ وہ اشیا کے تغیر و تبدل اور اُن کے ردِ عمل کے عوامل کو نت نئی معنویت سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔ اُنھوں نے عام آدمی کی اختراعات کو خیال آفرینی کے ذریعے تراشا ہے۔ اپنے خیالات کو مصرع سازی میں ڈھالنے کا ہنر اُن کے ہاں اپنی فطری حالت میں موجود ہے۔ وہ شدید ترین جذبات کو ابلاغِ اظہار میں کسی قسم کے رکاوٹ کے بغیر بیان کرنے پر قادر ہیں۔ تخلیقیت کے منظم سانچوں میں ڈھالنے کا اندازہ اِن مصرعوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

ان سے اندازۂ بہار نہ کر
یہ شگفتہ گُلوں کی طرح حسیں
اُجلے اُجلے سفید پوش جواں
چشمِ غماز، رت جگے، چہلیں

ابروؤں کی کھنچی ہوئی سی کماں
تتلیاں، پھول، بھونرے، راز و نیاز
اپنی دُنیا میں ایسے کھیل کہاں؟ (۳)

شعری پیکر تراشی اُن کی ذہنی قوت کے حسی ادراک کا اعلامیہ ہے۔کسی واقعہ کی بازگشت کو یادوں میں سمیٹ لانا، اخترؔالایمان کی نظموں کا بنیادی جوہر ہے جیسے مشابہت یا مماثلت یا کسی منظر سے اُبھرنے کی کہانی کو کسی تمثیل کے ذریعے تصویریں بنانے کا عمل لفظی تصویروں سے ہی ممکن ہے۔ افعال، اشیا، احساسات، خیالات اور مختلف ذہنی کیفیات کو اُن کی نظم 'لغزش' میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

ذہن میں اُبھرے ہوئے ہیں چند بے جاں سے نقوش
اور ان میں بھی نہیں ہے کوئی ربطِ باہمی
خواب دیکھا تھا کسی دامن کی چھاؤں میں کبھی
ایک ایسا خواب جس کا مدعا کوئی نہیں (۴)

تانیثی جمالیات میں ہجر ووصال کی داخلی وخارجی کیفیات روایت کی طویل ڈوری میں بندھی ہوئی ہیں۔ اخترؔالایمان کا کمال یہ ہے کہ اُنھوں نے اِس روایت کو نئی نئی راہیں سجھائی ہیں، یعنی اُنھوں نے حسن و جمال کو تشبیہات کے گہرے انجماد سے نکالا ہے۔اگرچہ ترقی پسند تحریک نے شاعری کا لب ولہجہ تبدیل کر دیا لیکن اخترؔالایمان نے نظریاتی مقصدیت کے وجود کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ رومانوی اسلوب کو یکسر ترک نہیں کیا بلکہ اُس میں جدت پیدا کی۔ نظم "پگڈنڈی" کے یہ مصرعے ملاحظہ کیجیے:

ایک حسینہ درماندہ سی بے بس تنہا دیکھ رہی ہے
جیسے یونہی بڑھتے بڑھتے رنگِ اُفق پر جا جھولے گی
جیسے یونہی اُفتاں خیزاں جا کر تاروں کو چھولے گی
راہ کے پیچ و خم میں کوئی راہی اُلجھا دیکھ رہی ہے (۵)

اسی حوالے سے ان کی نظمیں 'سر راہگزارے' اور 'شفقی' بھی خوبصورت ہیں۔ سر راہگزارے کے یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

یہ تیری بہار کے دن سہی
یہ ترے نکھار کے دن سہی
نہ مٹا کسی کو سنبھل سنبھل
سرِ راہ یوں نہ بہک کے چل
کہ زمیں پہ رہتے ہیں اور بھی
جنھیں حسن سے بھی لگاؤ ہے
جنھیں زندگی بھی عزیز ہے (۶)

اس نظم کے حوالے سے زاہدہ زیدی اپنی کتاب رموزِ فکر و فن میں کہتی ہیں:

> محبوب کا" قاتل "ہونا ایک بے حد رسمی سا تصور ہے لیکن اختر الایمان کے بے ساختہ اور منفرد انداز نے اسے ایک انوکھا تجربہ بنا دیا ہے۔ اختر نے اپنی جان کی ذمہ داری بھی محبوب پر ڈال دی ہے۔(۷)

اخترؔ الایمان نے اپنے احساسات کی دُنیا آباد کی، اور اِس آبادکاری میں وہ اپنی ذات کی توسیع کرتے رہے ، یہاں اُنھیں تنہائی اور یکسوئی میسر تھی اور اُداسی بھی۔ ممکن ہے کہ اِس کی ایک وجہ تیزی سے بدلتی ہوئی اقدار کا رویہ ہو کیونکہ اُن کا زمانی عہد مجموعی طور پر اُکتاہٹ، جھنجھلاہٹ اور کربِ مسلسل کا دور ہے۔ آشوبِ عہد سے آشوبِ ذات کی فضا اپنی کربناکی بکھیرتی ہوئی اُن کی مختلف نظموں میں دِکھائی دیتی ہے 'عہدِ وفا' اِس کی ایک مثال ہے :

یہی شاخ تم جس کے نیچے کسی کے لیے چشمِ نم ہو، یہاں اَب سے کچھ سال پہلے
مجھے ایک چھوٹی سی بچی ملی تھی، جسے میں نے آغوش میں لے کے پوچھا تھا، بیٹی،
یہاں کیوں کھڑی رو رہی ہو ، مجھے اپنے بوسیدہ آنچل میں پھولوں کے گہنے دکھا کر
وہ کہنے لگی میرا ساتھی ،اُدھر' اُس نے اُنگلی اُٹھا کر بتایا ،اُدھر اُس طرف ہی
جدھر اونچے محلوں کے گنبد، ملوں کی سیہ چمنیاں آسماں کی طرف سر اُٹھائے کھڑی ہیں
یہ کہہ کر گیا ہے کہ میں سونے چاندی کے گہنے ترے واسطے لینے جاتا ہوں رامیؔ (۸)

اُن کے ہاں ہمدردی کا عنصر بھی جدید خطوط پر استوار ہوا ہے۔ وہ نہ صرف انسان کی خود مختاری پر کوئی آنچ برداشت نہیں کرتے، اس کے ساتھ ہی مطلق صداقتوں پر بھی اُن کا ایمان غیر متزلزل ہے۔ وہ آزاد رائے کے چلن کا پرچار کرتے ہیں۔

نظم 'ایک لڑکی کے نام' ایک فرد نہیں بلکہ ایک خاندان کے جملہ تناظرات کا احاطہ کرتی ہے :

ہمارے بچے، تمھارے بچے
جو کل کی دُنیا سے بے خبر ہیں
جو کل کی دُنیا کے بال و پَر ہیں
ہماری دُنیا سے اُن کی دُنیا
حسین تر سے حسین ہو گی
بہشت کی جو زمین ہو گی
ہمارے آنکھوں سے جو نہاں ہے
وہ اُن پہ سب آشکار ہو گا (۹)

اسی خصوصیت کے باعث ڈاکٹر جمیل جالبی نے اخترؔ الایمان کو 'شاعر الایمان' کہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں:

> اخترؔ الایمان میں صداقت بھی ہے اور خلوص بھی اور اسی لیے میں اسے شاعر الایمان کہتا ہوں اور شاعر الایمان ہونا ہی اس دور کے شاعر کی بڑی خوبی ہے۔ (۱۰)

بصری پیکر اور تشبیہ و استعاروں کے حسین امتزاجات شاعر کی قادرالکلامی کو ظاہر کرتے ہیں، یعنی شاعر کثیر الجہاتی اور گہری معنویت کے حامل جذبات کو بروئے کار لانے کی جسارت کرتا ہے۔ اخترؔ الایمان نے مخصوص امیجری کو جدید تر تکنیک کے ساتھ اظہار کا حصہ بنایا ہے۔ اُن کی نظم 'باز آمد......ایک منتاج' اِس کی عمدہ مثال ہے :

تتلیاں ناچتی ہیں
پھول سے پھول پہ یوں جاتی ہیں
جیسے اک بات ہے جو
کان میں کہنی ہے خاموشی سے

اور ہر پھول ہنسا پڑتا ہے سن کر یہ بات ! (۱۱)

محمد آصف زہری، اخترؔالایمان کی نظموں میں ڈرامائیت کے عناصر اور اُن کی تکنیکی گرفت کو اُن کی نظم 'بازآمد ..... ایک منتاج' کا مرکزہ قرار دیتے ہیں۔ وہ اِس نظم میں انسانی نفسیات کی تہ داریوں کو شاعرانہ انداز سے پرکھتے ہوئے اِسے ایک کامیاب تخلیق قرار دیتے ہیں۔ محمد آصف زہری لکھتے ہیں :

> اخترؔالایمان کے فکری و فنی ارتقا کی تفہیم میں یہ ایک اہم کڑی ہے۔ وہ اِس طرح سے کہ کلیات کی ترتیب کے مطابق یہ اختر الایمان کی نہ صرف پہلی نظم آزاد ہے بلکہ پہلی ایسی نظم ہے جس میں اُنھوں نے شعوری طور پر مونتاژ کی تکنیک استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ اِس کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ بالواسطہ طریقے سے انسانی رویوں کی تفہیم اور وقت کی کارفرمائیوں نیز اس کے ناقابلِ تردید عمل کو سمجھنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ (۱۲)

بہ الفاظ دیگر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حقیقت پسندی اور علامت نگاری کا آپس میں تعلق اِتنا مربوط نہیں ہو سکتا، ممکن ہے اِس کی ایک وجہ وہ فطری بُعد ہے جس میں دونوں انتہائیں معلوم ہوتی ہیں لیکن اِن انتہاؤں کے سروں کو آپس میں جوڑنے کا کام شاعر کے لیے کوئی غیر معمولی حیثیت نہیں رکھتا۔ اخترؔالایمان نے اپنی نظموں میں علامت سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھایا ہے۔ مثلاً نظم 'کالے سفید پروں والا پرندہ اور میری ایک شام' کے چند مصرعے دیکھیے:

جب دِن ڈھل جاتا ہے، سورج دھرتی کی اوٹ میں ہو جاتا ہے
اور بھڑوں کے چھتے جیسی بھن بھن
بازاروں کی گرمی، افراتفری
موٹر، بس، برقی ریلوں کا ہنگامہ تھم جاتا ہے
چائے خانوں، ناچ گھروں سے کم سِن لڑکے
اپنے ہم سِن معشوقوں کو
جن کی جنسی خواہش وقت سے پہلے جاگ اُٹھی ہے
لے کر جا چکتے ہیں (۱۳)

اخترؔالایمان نے شاعری کی تو شاعری کی بیشتر اصناف میں لکھا۔ اُنھوں نے مختصر نظموں کے ساتھ ساتھ 'طویل نظم' کے فروغ میں بھی اپنا اہم کردار ادا کیا اور اُردو شاعری میں طویل نظم کو شناخت دینے میں دیگر شعرا کے علاوہ خود بھی کئی ایک طویل نظمیں لکھیں، اُن نظموں میں سے 'جیونی' ایک اہم طویل نظم ہے، جس کی شعریات میں کئی پہلو زیرِ بحث لائے جا سکتے ہیں، یعنی نظم کا مرکزی موضوع اور پھر ذیلی موضوعات، نظم کا اسلوب، داخلی وحدت، واقعہ نگاری، داستانوی آہنگ ایسے محاسن ہیں جن کی مدد سے مذکورہ طویل نظم اپنی معنویت کو کسی طور کم کرنے کو تیار نہیں:

اِس جہانِ گل و بلبل و زاغ میں
اتری ہند کے چھوٹے سے گاؤں میں
ایک کاتک کی ٹھٹھری ہوئی رات میں
شب کے پہلے پہر، تاروں کی چھاؤں میں
پھونس کے ایک چھپر میں پیدا ہوا
حسبِ دستور، کچھ دیر رویا کیا
اور پھر جیسے جی کو قرار آ گیا
جیسے دارالمحن ساز گار آ گیا (۱۴)

وارث علوی، اخترؔالایمان کی شاعری کے پہلوؤں کی یافت، اخترؔ کے موضوعات اور اُن کے اظہارِ بیان میں چھپے امکانات کو اُن کی شاعری کا ماحاصل قرار دیتے ہیں اور اِسے جدید نظم کے موضوعاتی اظہار میں مکانات کا پیش خیمہ بھی گردانتے ہیں۔ اُن کے الفاظ یوں ہیں:

> شاعری سے لگن، ذوق و شوق اور وابستگی تھی کہ اختر الایمان نہایت خاموشی اور خود اعتمادی سے اپنی شاعری کا رُخ ایک ایسی سمت میں موڑتے رہے جس میں جدید نظم کے لیے موضوعات اور اظہارِ بیان کے وسیع سے وسیع تر امکانات پوشیدہ تھے۔ اپنی ہم عصر شاعری سے اخترؔالایمان کی بے اطمینانی کے اشارے اُن کی نظموں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔(۱۵)

اخترؔ الایمان، کھردری شناختوں سے پُر معاشرتی رویوں پر انتشاری اظہار کے بجائے اُس کی زریں سطحوں کو کُریدنے کی جستجو کرنے والے شاعر ہیں۔ اگرچہ ہر شعری تخلیق اپنے شعری اَدب کی روایتوں کے پس منظر سے اپنا عکس اُبھارتی ہے ، تاہم ایسے تخلیق کار اَمر ہو جاتے ہیں جن میں شبیہ کو عکس ریز کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور بلاشبہ اخترؔ الایمان کا شمار ایسے ہی شعرا میں ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اختر الایمان: آبِ جو (لاہور: نیاادارہ، ۱۹۵۹ء)، ص ۱۴
۲۔ اختر الایمان: ایضاً ص ۳۷
۳۔ اختر الایمان: ایضاً ص ۸۲
۴۔ اختر الایمان: گرداب (نئی دہلی: مطبوعہ المطابع برقی پریس، س ن)، ص ۳۹
۵۔ اختر الایمان: آبِ جو، ص ۵۲
۶۔ اختر الایمان: کلیاتِ اختر الایمان، مرتبہ سلطانہ ایمان ، بیدار بخت (کراچی: ادارہ آج، ۲۰۰۰ء) ، ص ۱۲۰
۷۔ زاہدہ زیدی: رموزِ فکر و فن (علی گڑھ ، آبشار پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء)، ص ۲۱۴
۸۔ اختر الایمان: آبِ جو، ص ۱۶۳
۹۔ اختر الایمان: بنت لمحات (بمبئی: رخشندہ کتاب گھر، ۱۹۶۹ء)، ص ۲۹۹
۱۰۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: "اختر الایمان کی شاعری" مشمولہ اختر الایمان ، مقام اور کلام ، مرتبہ ڈاکٹر محمد فیروز (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ، ۱۹۹۷ء)، ص ۳۵
۱۱۔ اختر الایمان: بنتِ لمحات، ص ۳۰۷
۱۲۔ محمد آصف زہری: اختر الایمان کی دس نظمیں، تجزیاتی مطالعہ (نئی دہلی: وائز پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ص ۱۱۴
۱۳۔ اختر الایمان: نیا آہنگ (بمبئی: رخشندہ کتاب گھر، ۱۹۶۹ء)، ص ۳۹۶
۱۴۔ اختر الایمان، سر و سامان (بمبئی: رخشندہ کتاب گھر، ۱۹۸۳ء)، ص ۴۲۱
۱۵۔ وارث علوی: "اختر الایمان کی شاعری کے چند پہلو" مشمولہ اختر الایمان، مقام اور کلام، ص ۸۸